تعلیم الاسلام کالج اولڈسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کا ترجمان

ماہنامہ انٹرنیٹ گزٹ

المنار

جلد نمبر : 3 جون 2013ء شمارہ نمبر : 6

ایڈیٹر : مقصودالحق

نائب ایڈیٹر: مبارک احمد صدیقی منیجر : سید نصیر احمد

المنار ہر ماہ باقاعدگی سے جماعت احمدیہ کی مرکزی ویب سائٹ alislam.org پر upload کردیا جاتا ہے۔ آپ گزشتہ شمارے دیکھنا چاہیں تو Periodicals کے حصّہ میں جاکر ان کا مطالعہ کرسکتے ہیں۔ المنار کو ہمیشہ آپ کی آراء کا انتظار رہتا ہے۔ (ادارہ)

تعلیم الاسلام کالج اولڈسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ
53, Melrose Road, London, SW18 1LX
فون: 020 8877 5510 فیکس: 020 8877 9987
ای میل: ticassociation@gmail.com

قال اللہ تعالیٰ

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ ؕ اُجِیۡبُ دَعۡوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلۡیَسۡتَجِیۡبُوۡا لِیۡ وَلۡیُؤۡمِنُوۡا بِیۡ لَعَلَّہُمۡ یَرۡشُدُوۡنَ ﴿۱۸۷﴾ (البقرۃ:۱۸۷)

ترجمہ: اور (اے رسول!) جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو (تو جواب دے) کہ میں (اُن کے) پاس (ہی) ہوں۔ جب دُعا کرنے والا مجھے پکارے تو میں اس کی دُعا قبول کرتا ہوں سو چاہئے کہ وہ (دُعا کرنے والے) بھی میرے حکم کو قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تا وہ ہدایت پائیں۔

قال الرسول ﷺ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

’’تم میں جس کیلئے باب دعا کھولا گیا تو گویا اس کیلئے رحمت کے دروازے کھول دئے گئے اور اللہ تعالیٰ سے جو چیزیں مانگی جاتی ہیں، ان میں سے سب سے زیادہ اسے عافیت طلب کرنا محبوب ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دعا اس ابتلاء کے مقابلہ پر جو آچکا ہو اور اس کے مقابلہ پر بھی جو ابھی نہ آیا ہو نفع دیتی ہے۔ اے اللہ کے بندو! تم پر لازم ہے کہ تم دعا کرنے کو اختیار کرو۔‘‘ (ترمذی کتاب الدعوات)

کلام الامام

’’دعا کی مثال ایک چشمۂ شیریں کی طرح ہے جس پر مومن بیٹھا ہوا ہے۔ وہ جب چاہے اس چشمہ سے اپنے آپ کو سیراب کرسکتا ہے۔ جس طرح ایک مچھلی بغیر پانی کے زندہ نہیں رہ سکتی اسی طرح مومن کا پانی دعا ہے کہ جس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔‘‘

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 145 ایڈیشن 2003ء)

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

اس زمانے میں دعا کا ہتھیار ہی اہم ہتھیار ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیا گیا ہے اور یہ دعا کا ہی ہتھیار ہے جس سے لیکھرام بھی اپنے انجام کو پہنچا تھا، جس سے ڈوئی کا بدانجام بھی دنیا نے دیکھا تھا۔ جس سے ہر مخالف جو آپ کی مخالفت میں انتہا کو پہنچا ذلت و رسوائی کا مورد بنا تھا۔ قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے کا دعویٰ کرنے والوں کا مقابلہ بھی دعاؤں سے ہی کیا گیا تھا اور پھر ان کے دعوے دھرے کے دھرے رہ گئے۔ احمدیت کے ہاتھوں میں کشکول پکڑوانے والوں اور احمدیت کو کینسر کہہ کر ختم کرنے والوں کا مقابلہ بھی دعاؤں سے ہی ہوا تھا اور ان کے نام و نشان مٹ گئے۔ آج بھی انشاء اللہ تعالیٰ مخالفتوں کی آندھیاں دعاؤں کی وجہ سے ہی مخالفوں پر الٹیں گی اور دنیا دیکھے گی کہ کس طرح احمدیت فتوحات کی نئی منزلیں طے کرتی ہے۔ پس آج بھی ہمارا کام ہے کہ دعاؤں کی طرف ایک خاص توجہ اور رغبت پیدا کریں ..... حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس فقرے کو ہمیشہ یاد رکھیں اور یاد رکھنا چاہئے کہ ’’جب مومن کی دعا میں پورا اخلاص اور انقطاع پیدا ہو جاتا ہے، پوری توجہ پیدا ہو جاتی ہے اور ہر سوچ اللہ کی طرف ہو جاتی ہے، یار میں جب انسان نہاں ہو جاتا ہے تو خدا تعالیٰ کو بھی اس پر رحم آجاتا ہے۔‘‘

پس یہ اخلاص اور انقطاع پیدا کرنے کیلئے یار نہاں میں نہاں ہونے کی ضرورت ہے، اس یار میں ڈوبنے کی ضرورت ہے۔ اور جب ہماری یہ حالت ہو جائے گی تو دنیا والوں کے ہر شر سے ہم محفوظ ہو جائیں گے۔ انشاء اللہ۔ اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک ایسے قلعہ میں محفوظ ہو جائیں گے جس کے اردگرد مسلح سپاہیوں کا پہرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس اہم نکتے کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(الفضل انٹرنیشنل 24 دسمبر 2010ء صفحہ 7)

سب سے پیارا مُرید کون!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ایک مرتبہ حضورؑ کے گھر میں مستورات کے درمیان اس امر پر گفتگو ہونے لگی کہ حضرت اقدسؑ کو اپنے مریدوں میں سب سے پیارا کون ہے؟ کسی خاتون نے کسی کا نام لیا تو کسی نے کسی کا۔ کسی ایک شخص پہ ان کا اتفاق نہ ہوسکا۔ حضرت اماں جان سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ (زوجہ حضرت مسیح موعودؑ) نے فرمایا کہ میرے خیال میں حضرت صاحبؑ کو سب سے پیارے مولوی نورالدین صاحب ہیں۔ اور اس کا امتحان بھی میں تم سب عورتوں کو ابھی کرائے دیتی ہوں۔

اُس وقت حضرت اقدسؑ علیحدہ کمرے میں بیٹھے ہوئے کچھ لکھ رہے تھے۔ حضرت اماں جانؓ عورتوں کے مجمع میں سے اُٹھیں اور کہنے لگیں کہ میں حضرت صاحبؑ کے پاس جاکر یہ بات ایک ترکیب سے پوچھتی ہوں تم باہر کھڑی ہوکر سنتی رہنا۔ تمہیں پتہ لگ جائے گا کہ حضرت صاحبؑ کو سب سے زیادہ پیارا کون سا مرید ہے؟

عورتوں سے یہ کہہ کر حضرت اماں جانؓ حضور اقدسؑ کے پاس کمرہ میں تشریف لے گئیں اور حضورؑ کو مخاطب کرکے عرض کیا:

''آپ کے جو سب سے زیادہ پیارے مرید ہیں.... وہ.....'' اتنا فقرہ کہہ کر حضرت اماں جانؓ چپ ہوگئیں۔ اس پر حضرت اقدسؑ نے گھبرا کر پوچھا:

''مولوی نورالدین کو کیا ہوا؟ جلدی بتاؤ!''

اس پر حضرت اماں جانؓ ہنسنے لگیں اور عرض کیا:

''آپ گھبرائیں نہیں۔ مولوی نورالدین صاحب اچھی طرح ہیں۔ میں تو آپ کے منہ سے یہ بات کہلوانا چاہتی تھی کہ آپ کے سب سے پیارے مرید کون سے ہیں۔ چنانچہ آپ نے وہ بات کہہ دی۔ اب میں جاتی ہوں۔ آپ اپنا کام کریں۔''

(ماخوذ از لطائف صادق)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ کی تلاوت

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی طرف سے کئے جانے والے مقدمہ حفظ امن کے سلسلہ میں حضرت مسیح موعودؑ 13 فروری 1899ء کو بٹالہ اور پٹھانکوٹ تشریف لے گئے۔ اس سفر میں ایک ایمان افروز واقعہ یہ ہے کہ:

''اتفاق ایسا ہوا کہ جس مقام پر مسٹر ڈوئی ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور کا خیمہ لگا ہوا تھا اس کے نزدیک ہی ایک مکان میں حضرت مسیح موعودؑ جاکر قیام پذیر ہوئے۔ راجہ غلام حیدر خان صاحب جو ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کے مقدمہ کے دوران میں مسٹر ڈگلس کے مسل خواں تھے، ان دنوں وہ پٹھانکوٹ میں تحصیلدار تھے۔ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کے قیام کے اہتمام میں خاص حصہ لیا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی جائے سکونت اور ڈپٹی کمشنر کے خیمہ کے درمیان میں ایک میدان تھا جہاں حضرت مسیح موعودؑ اور آپؑ کے احباب نماز باجماعت پڑھا کرتے تھے۔ مغرب کا وقت تھا۔ مغرب کی نماز کیلئے حضرت مسیح موعودؑ میدان میں تشریف لائے اور مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ حسب معمول امام بنے۔ انہوں نے نماز میں جو قرآن پڑھنا شروع کیا تو ان کی بلند مگر خوش الحان اور اثر میں ڈوبی ہوئی آواز مسٹر ڈوئی کے کان میں پڑی۔ وہ اپنے خیمہ کے آگے کھڑے ہوئے اور ایک انہماک کے عالم میں کھڑے قرآن سنتے رہے۔ جب نماز ختم ہوئی تو راجہ غلام حیدر خان صاحب تحصیلدار پٹھانکوٹ کو بلا کر پوچھا کہ آپ کی ان لوگوں سے واقفیت ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں۔ کہا کہ میں نے ان لوگوں کو نماز میں قرآن پڑھتے سنا ہے۔ میں اس قدر متاثر ہوا ہوں کہ حد سے باہر ہے۔ اس قسم کا ترنم اور اثر میں نے کسی کلام میں نہیں سنا اور نہ کبھی محسوس کیا۔ کیا پھر بھی یہ نماز پڑھیں گے اور مجھے نزدیک سے سننے کا موقع دیں گے؟ راجہ غلام حیدر خان صاحب حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کل ماجرا عرض کیا۔ آپ نے فرمایا ہمارے پاس بیٹھ کر قرآن سنیں۔ چنانچہ اب کی دفعہ نماز کے وقت ایک کرسی قریب بچھا دی گئی اور صاحب بہادر آکر اس پر بیٹھ گئے۔ نماز شروع ہوئی اور مولوی عبدالکریم صاحبؓ نے قرآن پڑھنا شروع کیا اور صاحب بہادر مسحور ہوکر جھومتے رہے۔''

(تاریخ احمدیت جلد 2 صفحہ 47)

حضرت عکاشہؓ کی خوش بختی

اپنی آخری عمر میں رسول اللہ ﷺ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا، جسے سن کر لوگ بہت روئے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں تم سب کو اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ کسی نے مجھ سے کوئی حق یا بدلہ لینا ہو تو قیامت سے پہلے آج یہیں لے سکتا ہے۔

ایک بوڑھا شخص عکاشہ نامی کھڑا ہوا اور کہنے لگا: ''میرے ماں باپ آپؐ پر قربان۔ اگر آپؐ بار بار قسم دے کر یہ نہ فرماتے کہ بدلہ لے لو تو میں ہرگز آگے نہ بڑھتا۔ میں فلاں غزوہ میں آپؐ کے ساتھ تھا۔ میری اونٹنی حضور ﷺ کے قریب آئی تو میں سواری سے اُتر آیا تا کہ حضور ﷺ کے قدم چوم لوں۔ حضور ﷺ نے چھڑی اُٹھا کر جو ماری تو میرے پہلو میں لگی۔ مجھے نہیں معلوم کہ حضور ﷺ نے ارادۃً مجھے ماری تھی یا اونٹنی کو؟'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے جلال کی قسم! خدا کا رسول تجھے جان بوجھ کر مار ہی نہیں سکتا۔''

پھر حضور ﷺ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ حضور ﷺ کی وہی چھڑی لے کر آئیں۔

حضرت بلالؓ جا کر حضرت فاطمہؓ سے وہ چھڑی لے آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے وہ چھڑی عکاشہؓ کو دی اور فرمایا کہ اپنا بدلہ لے لو۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کھڑے ہوگئے اور انہوں نے عکاشہؓ سے کہا کہ آپ حضور ﷺ کی بجائے ہم سے بدلہ لے لیں۔

حضور ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو بٹھا دیا۔ پھر حضرت علیؓ کھڑے ہوئے اور کہا کہ حضور ﷺ کی بجائے مجھ سے بدلہ لے لو۔ حضور ﷺ نے انہیں بھی روک دیا اور عکاشہؓ سے کہا کہ تم بدلہ لے لو۔ عکاشہؓ نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ جب آپؐ کی چھڑی مجھے لگی تو میرے بدن پر کپڑا نہ تھا۔'' حضور ﷺ نے جسم سے کپڑا اُٹھایا تو مسلمان دیوانہ وار رونے لگے۔ وہ دِل میں کہتے تھے کہ کیا عکاشہؓ ہمارے پیارے آقا کو چھڑی سے ماریں گے۔ عکاشہؓ نے حضور ﷺ کے جسم کو دیکھا تو لپک کر آگے بڑھے اور آپؐ کو چومنے لگے اور ساتھ کہتے جاتے تھے: ''میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ آپ سے بدلہ لینے کو کس کا دل گوارہ کرسکتا ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یا تو تمہیں بدلہ لینا ہوگا یا پھر معاف کرنا ہوگا؟'' عکاشہؓ نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! میں نے معاف کردیا۔ اس اُمید پر کہ اللہ بھی قیامت کے دِن مجھے معاف کردے۔''

حضور ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی جنت میں میرے ساتھی کو دیکھنا پسند کرے تو وہ اس بوڑھے کو دیکھ لے۔'' پھر تو مسلمان عکاشہؓ کی پیشانی چومنے لگے اور اسے مبارک باد دے کر کہنے لگے کہ تم نے بہت بلند درجہ حاصل کرلیا ہے۔

(مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۲۸۹)

یارانِ تیز گام

انگلش چینل میں واقع ''آئل آف وائٹ'' نامی جزیرہ وکٹورین عہد سے ایک مشہور سرسبز و شاداب تفریحی مقام کے طور پر جانا جاتا ہے۔اس کی کشش موسمِ گرما میں ملکہ وکٹوریہ کو بھی اس خوبصورت جزیرے کی طرف کھینچ چلے آنے پر مجبور کرتی رہی ہے۔چنانچہ موسمِ گرما کیلئے ملکہ کا خوبصورت محل اسی جزیرے میں بنا ہوا ہے۔ایک زمانے میں اسے آزاد ریاست کا درجہ حاصل تھا جسے جزیرے کا گورنر Rule کیا کرتا تھا۔مگراب کچھ عرصے سے یہ جزیرہ باقاعدہ طور پر برطانیہ کے زیرِ انتظام ہے اور ملک کی سب سے چھوٹی کاؤنٹی شمار ہوتا ہے۔لنڈن سے قریباً 80 میل دُور یہ چھوٹا سا جزیرہ برطانوی ساحلوں سے 4 سے 10 سمندری میل کی مسافت پر واقع ہے جسے فیری کے ذریعے کم و بیش 45 منٹ میں عبور کیا جا سکتا ہے۔

تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ نے اس خوبصورت جزیرے کی سیر کا پروگرام تشکیل دیا تھا،چنانچہ 16 مئی 2013 کو بیت الفتوح سے 24 سابق طلبہ کا قافلہ صبح 6 بجے دعا کے ساتھ اپنی اس منزل کی طرف روانہ ہوا۔سب دوست بہت خوش تھے اور اپنی اپنی Vans میں بیٹھے منزل کی طرف رواں دواں تھے۔ابھی سفر کی خوش گپیوں میں ہی مصروف تھے کہ Southampton پہنچ گئے۔چنانچہ دونوں گاڑیاں ویٹنگ یارڈ میں پارک کردی گئیں جہاں انڈے،سلائسز،بسکٹس اور چائے وغیرہ ہمارے ناشتے کے لئے فراہم کئے گئے۔

ناشتے کے بعد پونے نو بجے ہم گاڑیوں سمیت RED FUNNLE نامی فیری میں داخل ہوگئے اور دھوپ کا مزا لینے کے ارادے سے عرشے پر چلے گئے۔تاحدِ نظر پھیلے ہوئے سمندر کا نظارہ انتہائی دلکش تھا۔9 بجے فیری روانہ ہوئی تو ہمارے کچھ ساتھی پاس سے گزرنے والی فیریز،سمندر میں تیرتی ہوئی بادبانی کشتیوں اور موٹر بوٹس کے خوبصورت منظر کیمرے کی آنکھ میں محفوظ کرنے لگے۔خوشگوار ماحول میں ایک دوسرے کے ساتھ خوش گپیوں سے لطف اندوز ہونے کا سلسلہ بھی ساتھ ساتھ جاری رہا اور کم وبیش 45 منٹ کے سمندری سفر کے بعد ہم جزیرے کے ساحل Cowes پہنچ گئے۔

Cowes پہنچنے کے بعد اپنی گاڑیوں میں Fishbourne سے ہوتے ہوئے Ryde پہنچے جو کہ ساحلِ سمندر پر واقع ریلوے اسٹیشن کی جگہ ہے۔وہاں مکرم محمد اسلم جاوید صاحب (سابق صدر مجلس انصاراللہ یو کے جو اس جزیرے میں رہائش پذیر ہیں) ہمارے منتظر

تھے۔انہوں نے ہمیں خوش آمدید کہا،ہمارے رہبر بنے اور ہم ان کی رہنمائی میں پہلے جزیرے کے اوّلین ساحلی مقام پر پہنچے جہاں ہم نے کروز کشتیوں کا نظارہ کیا جو پانی سے دور خشکی پر کھڑی تھیں۔ان میں سے ایک تو ہمارے سامنے ہی حرکت میں آئی اور اس نے جوں ہی اپنے زیریں غبارے میں ہوا بھری تو وہ خشکی پر سے پھسلتی ہوئی چند ہی سیکنڈ میں پانی کے اندر تھی اور اسقدر تیز رفتار تھی کہ منٹوں میں دیکھتے ہی دیکھتے آنکھوں سے اوجھل ہوگئی۔

Beach کے اسی مقام پر ٹرین فیری سے سواریاں لے کر جزیرے کے سب اسٹیشن پر پہنچاتی ہے جہاں سے ہم Bembridge سے ہوتے ہوئے Sandown Beach پر پہنچے۔ساحلِ سمندر کے نزدیک گاڑیاں پارک کیں اور کھانے کا سامان،کرسیاں اور صفیں وغیرہ اٹھا کر ساحل پر ڈیرہ لگا لیا۔چونکہ آج ورکنگ ڈے تھا اس لئے ساحل پر لوگ کم تھے۔

ٹی آئی کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کے سیکریٹری تقریبات مکرم ظہیر احمد خان جتوئی صاحب اور مکرم نفیس دیالگڑھی صاحب نے بریانی،رائتہ،سلاد اور مشروبات وغیرہ سے ہماری تواضع کا بہت اچھا انتظام کیا ہوا تھا جبکہ سویٹ ڈش کے طور پر کھیر موجود تھی۔

کھانا کھانے کے بعد کچھ دوست تو فٹ بال کھیلنے کے لئے میدان میں اتر گئے جبکہ کئی جیالے ساحل پر پانی کی لہروں سے دو دو ہاتھ کرنے نہیں بلکہ پاؤں نم کرنے چلے۔اس

روز سورج اپنی کرنیں دل کھول کر بکھیر رہا تھا۔ چنانچہ جوان اور جوانوں کے جوان سبھی خوشگوار موسم سے خوب لطف اندوز ہوتے رہے۔ بعد ازاں اڑھائی بجے کے لگ بھگ ہم

Shanklin سے ہوتے ہوئے Ventnor پہنچے۔ یہ بھی ایک ساحلی مقام ہے جہاں آئس کریم کی گاڑی والا آئس کریم فروخت کر رہا تھا۔ مکرم ظہیر صاحب نے جملہ افراد قافلہ کی آئس کریم سے تواضع کا انتظام کیا۔

آئس کریم سے لطف اندوز ہونے کے بعد ہم Needles کی طرف جاتے ہوئے راستے میں خوبصورت مناظر سے محظوظ ہوتے رہے۔ جا بجا خوشنما پہاڑیاں، سرسبز و شاداب چراگاہیں اور سمندر کے پانی میں سورج کی منعکس ہوتی ہوئی کرنیں دلآویز منظر پیش کر رہی تھیں۔ اس جگہ ایک (لائٹ ہاؤس) ٹاور بھی بنا ہوا تھا جو پرانے زمانے میں دور سے آنے والے بحری جہازوں کی راہنمائی کیا کرتا تھا نیز دوربینیں بھی نصب تھیں جس میں سکے ڈال کر

ہم نے دور تک سمندر کا اور اس ٹاور کا نظارہ کیا۔ اس جگہ چیئر لفٹس (کیبل کارز) بھی لگی ہوئی تھیں جو آج کسی وجہ سے بند تھیں۔ نیز بچوں کے لئے جھولے بھی لگے ہوئے تھے جہاں والدین اپنے بچوں کو سیر و تفریح کے لئے لاتے ہیں۔

قریب ہی شیشے کی چیزیں تیار کرنے والی ایک چھوٹی سی فیکٹری بھی تھی۔ چنانچہ ٹکٹ خرید کر ہم نے شیشہ گری کے اس مرکز کی سیر کی اور وہاں موجود کاریگروں نے شیشے کے گلدان اور شیشے کی دیگر اشیاء ہمیں ہمارے سامنے بنا کر دکھائیں۔ اپنے سامنے شیشے کی اشیاء تیار ہوتے ہوئے دیکھنا ایک نادر موقع تھا جو اس سے قبل ہمارے مشاہدے میں نہیں آیا تھا۔ شیشہ گروں کی اس مہارت سے ہم سب بہت متاثر ہوئے۔

سہ پہر کے وقت ہم نے ایک مناسب جگہ پر صفیں بچھا کر مکرم امام صاحب کی اقتداء میں ظہر اور عصر کی نمازیں ادا کیں۔ جس کے بعد ہمارا قافلہ راستے کے مناظر سے لطف اندوز ہوتا ہوا سارے جزیرے کا چکر کاٹ کر واپس Cowes پہنچ گیا۔ یہاں آ کر ہم نے اپنی

گاڑیاں ویٹنگ یارڈ میں لگائیں اور خود انتظار گاہ میں آ گئے جہاں ہماری تواضع کے لئے چائے اور بسکٹس کا انتظام تھا۔

فیری کی واپس روانگی کا وقت ساڑھے سات بجے تھا۔ چائے پی کر فارغ ہوئے ہی تھے کہ فیری آ گئی اور ہم سب اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر اس میں سوار ہو گئے اور قریباً سوا آٹھ بجے شام Southampton پہنچ گئے۔ لندن کی طرف واپس آتے ہوئے رستے میں ہم نے ایک پیٹرول پمپ پر گاڑیاں کھڑی کر کے مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا کیں اور پھر ڈیڑھ گھنٹے کی مسافت کے بعد ہم بخیر و عافیت بیت الفتوح پہنچ گئے۔ یہ ایک نہایت شاندار اور یادگار سفر تھا جس کی یادیں دیر تک ہمارے ذہنوں میں رہیں گی۔ اس سارے سفر میں موسم نے بھرپور ساتھ دیا۔ تمام دوستوں نے اس یادگار ٹرپ کو خوب Enjoy کیا اور سفر کے عمدہ انتظامات کی بھی تعریف کی۔ اللہ تعالیٰ ساری انتظامیہ کو اس کی بہترین جزا دے اور ہمیں آئندہ بھی ایسے کامیاب پروگرام بنانے کی توفیق دے۔ آمین۔

(رانا عبدالرزاق خان)

مکتوب مبارک حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم وَ عَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْد

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھوالنـاصر

امام جماعت احمدیہ

لندن

1-6-13

پیارے مکرم عطاء المجیب راشد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی طرف سے المنار کا ماہ مئی 2013 کا شمارہ موصول ہوا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ مکرم وہاب آدم صاحب کی مجلس کی روداد خوب ہے۔ ان کے واقعات بڑے دلچسپ ہوتے ہیں۔ بڑے پرانے غیر ملکی مبلغین میں سے ہیں اور اخلاص و وفا میں بڑھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر و صحت میں برکت دے۔ آمین

آپ کی مرسلہ نظم بھی مل گئی ہے۔ ماشاء اللہ اچھی نظم ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ان دعاؤں اور نیک جذبات کو قبول فرمائے۔ آمین

والسلام

خاکسار

مرزا مسرور

خلیفۃ المسیح الخامس

درِ جنت دِکھا دے

رضا تیری ہے جو مولیٰ بتا دے
مجھے اُس راہ پہ خود ہی چلا دے

کمر خم ہے مری بارِ گنہ سے
مرے اِس بوجھ کو تو ہی ہٹا دے

جو بَن پڑتا ہے مجھ سے کر رہا ہوں
مرے تھوڑے کو تُو زیادہ بنا دے

ہوں کب سے منتظر تیری نِدا کا
نوید مغفرت مولیٰ سُنا دے

وہ جِن سے پوچھ گچھ ہوگی نہ کوئی
مقدر میرا بھی ایسا بنا دے

ترے لائق نہیں دامن میں کچھ بھی
کوئی قابل گہر، اپنی عطا دے

تھکا ہارا مسافر ہے یہ راشدؔ
درِ جنت اسے خود ہی دِکھا دے

(عطاء المجیب راشدؔ)

جستہ جستہ

قصہ مشہور تھا کہ کوئی بادشاہ تھا، وہ کسی بزرگ کے گھر اس سے ملنے کے لئے گیا اور اس کے لڑکے سے پیار کرتے ہوئے کہنے لگا بتاؤ لڑکے تمہارے باپ کا گھر اچھا ہے یا میرا؟ لڑکا بڑا ذہین تھا، وہ کہنے لگا امیر المومنین اس وقت تو باپ کا گھر زیادہ اچھا ہے کیونکہ امیر المومنین اس میں موجود ہیں۔ (خطباتِ محمود جلد ا صفحہ 251)

دونوں صفات

پطرس صاحب کے ہاں کسی عزیز کا نکاح پڑھا جانا تھا جس کے لئے مولوی درکار تھا۔ تلاش بسیار کے بعد ایک شخص ڈھونڈ کر لایا گیا جو بہت دُبلا پتلا تھا۔ پطرس اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہا کہ نکاح کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے، نکاح خواں اور چھوہارے کی۔ ماشاءاللہ ان میں دونوں صفات موجود ہیں۔

اکبر الٰہ آبادی کا خط

نامہ نہ کوئی یار کا پیغام بھیجیے
اس فصل میں جو بھیجیے بس آم بھیجیے
ایسے ضرور ہوں کہ انہیں رکھ کے کھا سکوں
پختہ اگر ہوں بیس تو دس خام بھیجیے
ایسا نہ ہو کہ آپ یہ لکھیں جواب میں
تعمیل ہوگی پہلے مگر دام بھیجیے

ایک صاحب گھر کے سامنے بیٹھے اخبار پڑھ رہے تھے کہ ایک فقیر آ گیا اور آ کر سوال کیا: ان صاحب نے اِدھر اُدھر دیکھا اور کہنے لگے کہ اس وقت گھر میں کوئی بندہ نہیں پھر کسی وقت آنا۔

فقیر نے عاجزی سے کہا! جناب تھوڑی دیر کے لیے آپ ہی بندے بن جائیں۔

ملازم نے صاحب سے رو کر کہا
کہ میڈم نے مارا ہے سوتے ہوئے
کہا سُن کے صاحب نے تو کیا ہوا
کبھی مجھ کو دیکھا ہے روتے ہوئے

مریض (ڈاکٹر سے): مجھے ایسی چیز کی ضرورت ہے جس سے میری سُستی ختم ہو جائے، میں چاک و چوبند ہو جاؤں، میرے رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور میں لڑنے مرنے کے لیے تیار ہو جاؤں۔ کیا آپ نے نسخے میں کوئی ایسی چیز شامل کر دی ہے؟

ڈاکٹر نے جواب دیا کہ وہ چیز نسخے میں تو نہیں البتہ بل میں شامل کر دوں گا۔

ذکر ایک بے تکلّف مجلس کا

گزشتہ دنوں تعلیم الاسلام کالج اولڈ سٹوڈنٹس ایسوسی ایشن برطانیہ کی "مجلس علم و عمل" کو امیر گھانا مکرم مولانا عبدالوہاب آدم صاحب کے ساتھ ایک بے تکلف نشست کے انعقاد کا نادر موقع ملا۔ مہمان محترم نے اس مجلس میں اپنے قیام ربوہ (1952 تا 1960) کے لطیف واقعات اور تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے وابستہ اپنی یادوں کا تذکرہ نہایت شگفتہ پیرائے میں فرمایا۔ اس کی آخری قسط پیش خدمت ہے۔

☆ ربوہ کا ایک اور مزیدار واقعہ ہے۔ ہم کراچی گئے ہوئے تھے۔ وہاں خدام کا اجتماع تھا۔ وہاں پتہ چلا کہ ٹنڈوالہ یار میں غیر احمدیوں کا ایک دارالعلوم ہے۔ ہم نے سوچا کہ جا کر دیکھنا چاہئے۔ چنانچہ ہم گئے تو دیکھا کہ کینیا، یوگنڈا اور تنزانیہ وغیرہ سے طالب علم وہاں پڑھنے کے

لئے آئے ہوئے ہیں۔ ایک جرمن ساتھی بھی ہمارے ساتھ تھا۔ انہوں نے ہمیں دیکھا تو بہت حیران ہوئے کہ بھئی کمال ہے کہ ایک افریقن اور ایک یورپیئن اکٹھے؟ انہوں نے حیران ہو کر پوچھا آپ ایک ساتھ کیسے؟ ہم نے کہا کہ ہم اکٹھے پڑھتے ہیں۔ پوچھا کس جگہ؟ ہم نے کہا کہ ربوہ میں۔ کیا پڑھتے ہیں؟ ہم نے کہا کہ دین! انہوں نے کہا کہ کمال ہے آپ دین پڑھتے ہیں اور ربوہ والے آپ کو ٹراؤزرز بھی پہننے دیتے ہیں اور کنگھی بھی کرنے دیتے ہیں۔ یہاں دارالعلوم والے تو ہمیں کنگھی بھی نہیں کرنے دیتے۔ ہم نے پوچھا کیوں؟ کہنے لگے کہ وہ کہتے ہیں کہ اسلام میں یہ جائز نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم ربوہ آنا چاہتے ہیں۔ ہم نے کہا کہ اگر آپ اس وقت ہمارے ساتھ گئے تو یہ ٹھیک نہیں لیکن وہاں واپس جا کر اگر کوئی صورت ہوئی، کوئی رستہ ہوا تو بتا دیں گے۔ چنانچہ واپس جا کر ہم نے وکیل التبشیر صاحب سے بات کی تو انہوں نے فرمایا کہ ہم تو کسی کو مجبور نہیں کرتے نہ دعوت دیتے ہیں۔ اگر کوئی خود اپنی مرضی سے آنا چاہے تو منع بھی نہیں کرتے۔ چنانچہ ہم نے انہیں بتا دیا کہ یہ یہ جواب ہے۔ تو کیا ہوا کہ ایک ہفتے کے بعد وہ سارے کے سارے ربوہ آ گئے۔ ایک جرمن عمر نامی بھی تھا جو ٹی

آئی کالج ربوہ میں پڑھا۔ بعد میں جرمنی جا کر وہ ڈوئچے ویلے میں براڈکاسٹر بن گیا تھا۔ یہ غالباً 1958/59 کی بات ہے۔ ایک افریقن ابوطالب تھا جو جامعہ میں پڑھا اور تنزانیہ میں ایک کامیاب مبلغ بنا۔ غیر احمدیوں نے تو بعض لوگوں کو یہ سوچ کر بھی بھجوایا کہ ہم ان کو ربوہ بھیج دیتے ہیں وہاں رہیں، پڑھیں اور بعد میں ان کے ساتھ اختلاف پیدا کریں۔ مگر یہ سب پکے احمدی ہو گئے۔

☆ ربوہ میں قیام کے دوران ہمیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے پیچھے نمازیں پڑھنے اور درس وغیرہ میں شامل ہونے کا نادر موقع ملا۔ جس وقت حضور پر چاقو سے حملہ ہوا اس وقت ہم ربوہ میں تھے۔ ہمیں معلوم ہوا تھا کہ ایک صاحب ربوہ آئے تھے بیعت کرنے۔ دفتر والوں سے انہوں نے کہا تھا کہ میں بیعت کرنا چاہتا ہوں، کسی وجہ سے ان کا بیعت فارم

Approve نہ ہوا۔ یہ صاحب نمازِ عصر کے وقت مسجد مبارک میں آئے۔ پہلی صف میں بیٹھے، سردی کا موسم تھا، کمبل یا چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ سیکورٹی والوں کو زیادہ احتیاط کرنی چاہئے تھی کیونکہ کمبل وغیرہ اوڑھنے والے کو اجازت نہیں ہونی چاہئے کہ پہلی صف میں کھڑا ہو۔ نماز ختم ہوئی تو وہ شخص حضرت صاحب کی طرف بڑھا۔ لوگ سمجھے کہ شاید شاید وہ کوئی سوال کرنا چاہتا ہے۔ اس نے اچانک حضرت صاحب کی گردن پر چاقو سے وار کر دیا۔ حضرت صاحب کا خیال تھا کہ شاید اوپر چھت سے کوئی اینٹ وغیرہ گری ہے۔ جب پگڑی کا شملہ گردن پر رکھا تو وہ خون سے بھر گیا۔ حضور نے فرمایا تھا کہ حملہ کرنے والے کو کچھ نہیں کہنا۔ بس پولیس میں دے دیں۔ شروع میں ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب نے ٹانکے وغیرہ لگا دئے۔ بعد میں لاہور سے سپیشلسٹ آئے تو وہ چاہتے تھے کہ زخم کو دیکھیں کہ کتنا گہرا ہے۔ کھول کر دیکھا تو اندر سے خون ابھی بھی بہہ رہا تھا۔ اگر کھول کر نہ دیکھتے تو کافی ڈینجرس ہو سکتا تھا۔ بعد میں ہونے والی مجلس شوریٰ نے تجویز کیا تھا کہ حضور علاج کے لئے یورپ تشریف لے جائیں۔

☆ حضور کے یورپ کے واقعات میں سے ایک دلچسپ واقعہ ذہن میں ہے۔ غالباً فرانس کی بات ہے جس جگہ ٹھہرے ہوئے تھے۔ اس کے نزدیک ہی ایک مسجد تھی جس سے اذان کی آواز آیا کرتی تھی۔ اذان کے بعد جب نماز پڑھنے مسجد جاتے تو وہاں کوئی شخص موجود نہ ہوتا۔ ایک دفعہ اذان ختم نہیں ہوئی تھی کہ یہ لوگ مسجد پہنچ گئے کہ دیکھیں کہ کون ہے جو اذان

دیتا ہے مگر نماز کے وقت موجود نہیں ہوتا۔ انہوں نے دیکھا کہ اذان ختم ہونے کے بعد اذان دینے والے صاحب مسجد سے باہر نکل رہے ہیں۔ ان سے پوچھا کہ کیا بات ہے اذان دینے کے بعد آپ مسجد سے کیوں جا رہے ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ مجھے پیسے صرف اذان دینے کے ملتے ہیں نماز کے نہیں۔

☆ ربوہ سے تعلیم حاصل کر کے ہم 1960 میں گھانا واپس چلے گئے۔ بعد میں ایک دفعہ جلسہ سالانہ میں شامل ہونے کے لئے پاکستان آ رہے تھے۔ کراچی ائرپورٹ پر اترے جہاں سے لاہور کے لئے فلائٹ لینی تھی۔ میرے ساتھ ایک اور گھانین دوست بھی تھے۔ ہم جہاز

کے انتظار میں کھڑے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میں ذرا واش روم جانا چاہتا ہوں۔ کافی دیر تک واپس نہ آئے تو مجھے فکر ہوئی کہ اگر جہاز آ گیا تو فلائٹ سے رہ نہ جائیں۔ انہیں ڈھونڈنے نکلا تو دیکھا کہ ایک غیر احمدی مولوی نے انہیں گھیرا ہوا ہے۔ ملاں نے ان سے پوچھا کہ آپ کس ملک سے ہیں؟ تو انہوں نے کہا کہ میں گھانین ہوں۔ آپ کہاں جا رہے ہیں۔؟ انہوں نے کہا کہ ربوہ۔ ملاں نے کہا آپ قادیانی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ابھی تو میں نے آپ کو بتایا ہے کہ میں گھانین ہوں۔

☆ہوسٹل کا ایک واقعہ ہے۔ غالباً ایک انڈونیشین اور چینی تھا، ان کی آپس میں لڑائی ہو گئی،

لڑائی بھی رات کے وقت۔ ان دنوں بجلی تو ہوا نہیں کرتی تھی، لالٹین ہوتی تھی۔ ہم نے ان کو سمجھایا کہ چھوڑیں لڑائی ختم کریں مگر وہ نہ مانے تو ہم میں سے کسی کو یہ ترکیب سوجھی کہ اگر لالٹین بجھا دی جائے تو ایک دوسرے کو اندھیرے میں دیکھ نہ سکیں گے اور یوں لڑائی ختم ہو جائے گی۔ چنانچہ پھونک مار کر لالٹین بجھا دی۔ جب انہوں نے محسوس کیا کہ مکے ادھر اُدھر کرسی میز وغیرہ پر لگ رہے ہیں تو ان کی لڑائی خود بخود ختم ہو گئی۔

☆فلپائن سے ایک صاحب آئے ہوئے تھے جن کا نام **عاساما** تھا۔ ہمارا خیال تھا کہ اصل میں تو اُسامہ ہوتا ہے شاید انہیں پتہ نہیں، اس لئے ہم انہیں اسامہ کہہ کر بلاتے تھے تو وہ بہت مائنڈ کرتے تھے کہ میرے والدین نے عاساما نام رکھا ہے، آپ کون ہوتے ہیں اسے change کرنے والے۔ یہ صاحب ایک دفعہ بیمار ہو گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے جلسے کے موقعہ پر ذکر فرمایا کہ ایک طالبعلم دور کے ملک سے آیا ہوا ہے، بیمار ہے، اس لئے احباب کو ان کی بیمار پُرسی کرنی چاہئے۔ یہ سن کر ٹی آئی کالج کا ایک طالب علم جسے غیر ملکیوں سے تعلقات کا بہت شوق تھا، اس نے ایک ٹوکری پھلوں سے بھری اور جامعہ کے ہوسٹل میں ان کا حال پوچھنے اور عیادت کرنے کے لئے آیا۔ ہوسٹل کے گیٹ کے ساتھ ہی عاساما صاحب کا کمرہ تھا۔ ہوسٹل پہنچ کر انہوں نے کسی سے پوچھا کہ اُسامہ صاحب کا کمرہ کدھر ہے؟ ان کے منہ سے اُسامہ نام سن کر وہ جوش میں آ گئے، بیمار تھے مگر غصے سے اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کی طرف دوڑے۔ یہ دیکھ کر وہ صاحب جو حال پوچھنے آئے تھے، پھل وہیں

چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مگر اس کا ایک فائدہ ضرور ہوا کہ یہ صاحب جو پہلے بیماری کی وجہ سے لیٹے رہتے تھے جب Bed سے اٹھ کر دوڑے تو بالکل ٹھیک ٹھاک ہو گئے اور ان کی بیماری ساری کی ساری جاتی رہی۔

☆شروع میں ربوہ والے بلیک افریقنز سے مانوس نہیں تھے۔ چھوٹے چھوٹے بچے ہمیں کالا کالا کہتے۔ ہم سمجھتے تھے کہ جب ہمارا رنگ ہے ہی کالا تو کوئی کہہ بھی دے تو کیا حرج ہے۔ لیکن سیرالیون سے آئے ہوئے ایک صاحب بہت مائنڈ کیا کرتے تھے اور جو بچہ انہیں کالا کہتا تو یہ ان بچوں کے پیچھے بھاگتے تھے۔ بچوں کو ایک قسم کی کھیل مل گئی، انہیں مزہ آتا تھا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ یہ ہمارے پیچھے بھاگتے ہیں تو وہ اور زیادہ کالا، کالا کہنے لگے اور کہہ کر جلدی سے بھاگ جایا کرتے تھے۔ ہم نے انہیں سمجھایا کہ کیوں ایسا کرتے ہیں مگر ان میں برداشت نہیں تھی کہ کوئی انہیں کالا کہے تو وہ خاموش رہ سکیں۔ مختلف ملکوں کے مختلف عادتوں اور طبیعتوں کے لوگ اُن دنوں ہوسٹل میں ہوا کرتے تھے۔ مگر یہ بھی معجزہ ہے کہ آگے چل کر یہ سب ٹھیک ہو گئے۔ اور کامیاب مبلغ بن گئے۔

☆رضوان مرحوم ایتھوپیا کے تھے۔ ان کی عربی اور اردو بہت اچھی تھی۔ احمد نگر میں رہتے تھے۔ ہم لوگ تو گرمیوں کی چھٹیوں میں مانسہرہ چلے گئے رضوان صاحب کو وہیں رہنا تھا کیونکہ وہ مولوی فاضل کی تیاری کر رہے تھے۔ اس دوران وہ جامعہ کے بعض طلبہ اور اساتذہ کے ساتھ پکنک کے لئے دریائے چناب پر گئے۔ پکنک کے دوران وضو کرنے کے لئے دریا کی طرف گئے تو اچانک پاؤں پھسلا اور وہ دریا میں گر گئے۔ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب نے

کافی کوشش کی لیکن بچ نہیں سکے۔ یہ بہت دردناک واقعہ تھا، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو ان کی وفات کا بہت افسوس ہوا تھا۔ ان کی تدفین ربوہ ہی میں ہوئی۔ ہم نے ان کے والد صاحب کو ایتھوپیا میں ان کی وفات کی اطلاع دی اور لکھا کہ وہ بہت نیک طبیعت کے تھے، ذہین تھے اور پڑھائی میں بہت اچھے تھے۔ ان کے والد نے خط کا جواب دیتے ہوئے ہمیں لکھا کہ ہم نے تو اپنے بیٹے کو اللہ کی راہ میں وقف کر دیا تھا۔ اب اگر خدا کی یہی مرضی تھی تو ہم اس کی رضا پر راضی ہیں۔

☆پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ اس وقت ربوہ میں بجلی نہیں تھی۔ ہوسٹل میں شیخ عمری عبیدی صاحب کے پاس جو لالٹین تھی وہ اس سے ڈبل فائدہ اٹھاتے تھے۔ اس کی روشنی میں پڑھتے بھی تھے اور ایک برتن میں پانی ڈال کر اس کے اوپر رکھ دیا کرتے تھے۔ جب پانی ابلنے لگتا تو پھر اُس سے چائے بنا لیتے۔ ایک دفعہ کیا ہوا کہ ابلا ہوا پانی اتار رہے تھے تو وہ ابلتا ہوا پانی ان کے اوپر گر گیا۔ تکلیف میں اس پر زور زور سے ہاتھ ملا تو وہاں سے جلد (جھلی) اتر گئی۔ اندر کی جلد تو اتنی کالی نہیں ہوتی۔ اس وقت غالباً مولانا محمد احمد جلیل صاحب ہمارے ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ تھے۔ انہوں نے تسلی دی کہ دوائی بھی مل جائے گی اور ٹھیک بھی ہو جاؤ گے مگر عمری عبیدی صاحب نے (ازراہ تفنن یا فکر مندی سے) اس بات کا اظہار کیا کہ ٹھیک ہے دوائی بھی مل جائے گی اور زخم بھی ٹھیک ہو جائے گا مگر میرا بلیک کلر واپس آئے گا یا نہیں؟ عمری عبیدی صاحب بعد میں اپنے ملک کے وزیر انصاف بنے۔ اگر بلیک کلر نہ ہوتا تو کیسے بنتے!

جب لائٹ جائے تو:

☆امریکی پاور ہاؤس کال کرتے ہیں

☆جاپانی فیوز چیک کرتے ہیں

☆اور پاکستانی گلی میں جھانک کر کہتے ہیں:

''آہو! ساریاں دی گئی اے''

قصہ کالج کے ID کارڈ کا

(محمد شریف خان) قسط پنجم

اس نفسا نفسی کے دور میں بے نفسی اور ایثار پسندی اساتذہ تعلیم الاسلام کالج کا آئی ڈی کارڈ رہا ہے۔ یہ مخلص بزرگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کی تعمیل میں دیوانہ وار محض خدمتِ دین کی خاطر قادیان جیسی چھوٹی سی بستی میں سب کچھ تج کر آ بسے۔ اعلیٰ قابلیت، مسلّمہ صلاحیتیں اور بڑی بڑی تنخواہیں ان کی راہِ وفا میں روک نہ بنیں۔ تھوڑی سی تنخواہ پر (جسے عرفِ عام میں ''گزارہ'' کہا جاتا) بخوشی قناعت سے گزر بسر کرتے، کئی ماہ تک جماعتی مالی مشکلات کے باعث تنخواہ لئے بغیر لنگر خانے کے کھانے پر ہی گزر اوقات ہوتی۔

یہ فدائی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدموں میں رہ کر اس قومی تربیت گاہ کی خدمت کرنے کو فخر وسعادت سمجھتے، انہیں شجرِ احمدیت کی نوخیز کونپلوں کی نگہبانی کی اہم ڈیوٹی سپرد ہوئی تھی۔ یہ خدا کے بندے دن کو اپنی بھر پور علمی صلاحیتوں سے طلباء کی تعلیمی اور اخلاقی تربیت کرتے اور اپنی شبینہ دعاؤں سے انہیں نوازتے۔ ان اساتذہ کے حسنِ علم و نظر کی میراث ان کے شاگردوں کے ذریعے نسل در نسل چلی آ رہی ہے۔ یہی تو تعلیم الاسلام کالج کا آئی ڈی کارڈ ہے!

تعلیم الاسلام کالج کا ابتدائی دور 1903-1905

28 مئی 1903 کو کالج کے افتتاح کی تقریب حضرت مولٰنا نورالدین صاحبؓ کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ حضرت مسیحِ موعود علیہِ السلام علالتِ طبع کے باعث رونق افروز نہ ہو سکے، تقریب کے دوران حضورؑ بیت الدعا میں کالج کے لئے دعا میں سربسجود رہے۔ نواب محمد علی خان صاحبؓ ڈائریکٹر کالج کمیٹی نے خطاب میں فرمایا ''خدا کی ذات سے بڑی امید ہے کہ یہ کالج بہت جلد ایک یونیورسٹی ہوگا اور اس احمدی جماعت کے لئے ایک مفید دارالعلوم ثابت ہوگا۔ یہ کالج خدا کے فضل سے چلے گا اور خدا کے صادق بندے مسیحِ موعود کی دعاؤں سے نشوونما پائے گا۔''

کالج کے اساتذہ

مولوی حکیم نورالدین صاحبؓ، مولوی شیر علی صاحبؓ، مفتی محمد صادقؓ صاحب، مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ، مولوی محمد علی صاحب، شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب، مرزا ایوب بیگ صاحب، ماسٹر فقیراللہ صاحب، راجہ شیر محمد خان صاحب، بھائی عبدالرحمٰن صاحب، بھائی عبدالرحیم صاحب، مولوی فضل دین صاحب، حافظ احمد اللہ صاحب، قاضی امیر حسین صاحب، مولوی سید سرور شاہ صاحب، حافظ عبدالعلی صاحب، حکیم عبید اللہ صاحب بسمل، شیخ محمد اسماعیل سرساوی صاحب، ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب مہر سنگھ، عبدالرحیم نیّر صاحب، منشی غلام محمد مصری صاحب، ماسٹر عبدالعزیز خان صاحب، پیر منظور محمد صاحب، قاضی عبدالحق صاحب، منشی سکندر علی صاحب، نواب محمد علی خان صاحب، صوفی غلام محمد صاحب رضی اللہ عنہم مختلف اوقات میں پڑھانے کی سعادت حاصل کرتے رہے۔

تعلیم الاسلام کالج دوسرا دور: قادیان 1945- 1947

حضرت مرزا ناصر احمد صاحب، اخوند عبدالقادر صاحب، میاں عطاء الرحمٰن صاحب، چوہدری محمد علی صاحب، شیخ محبوب عالم خالد صاحب، اخوند عبدالقادر صاحب، عباس بن عبد القادر صاحب، خواجہ عبدالعزیز حقانی صاحب، مکرم عبدالرحمٰن ناصر صاحب، مکرم ذوالفقار علی صاحب، صوفی بشارت الرحمٰن صاحب، قاضی محمد نذیر صاحب، مولانا ارجمند خان صاحب، صوفی محمد ابراہیم صاحب، محمد ابراہیم ناصر صاحب، ماسٹر محمد اسلام خان صاحب، چوہدری محمد اسماعیل ننگلی صاحب۔ چوہدری محمد فضل داد صاحب۔ مولوی محمد دین صاحب، ڈاکٹر محمد عبداللہ خان صاحب۔

تعلیم الاسلام کالج کا تیسرا دور: ربوہ 1954-1973

حضرت مرزا ناصر احمد صاحب، ڈاکٹر سید سلطان محمود شاہد صاحب، ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب، حبیب اللہ خان صاحب، مرزا مجید احمد صاحب، محمد ابراہیم ناصر صاحب، مسعود احمد عاطف صاحب، مبارک احمد انصاری صاحب، چوہدری محمد لطیف صاحب، ظفر احمد وینس صاحب، چوہدری عطااللہ صاحب، مولوی محمد دین صاحب، چوہدری حمیداللہ صاحب، ملک محمد عبداللہ صاحب،، مولانا غلام احمد بدوملہوی صاحب، مرزا خورشید احمد صاحب، حمیداللہ ظفر صاحب، رفیق احمد ثاقب صاحب، کنور ادریس صاحب، مولانا ابو العطا جالندھری صاحب، چوہدری محمد شریف خالد صاحب، سعید احمد رحمانی صاحب، حمید احمد صاحب، خواجہ منظور احمد صاحب، چوہدری محمد سلطان اکبر صاحب، ڈاکٹر ناصر احمد خان پرویز پرواز ی صاحب، شیخ منور شمیم خالد صاحب، سعیداللہ خان صاحب، محمد اسلم صابر صاحب، مرزا انس احمد صاحب، چوہدری محفوظ الرحمٰن صاحب۔ چوہدری انور حسن صاحب، عبدالرشید فوزی صاحب، عزیز احمد طاہر صاحب، چوہدری سلطان احمد صاحب، چوہدری صادق علی صاحب، محمد ارشد چوہدری صاحب، چوہدری عبدالسمیع صاحب، سید مقبول احمد صاحب، ڈاکٹر محمد شریف خان، عبدالشکور اسلم صاحب، عبدالرشید غنی صاحب، سید محمد یحیٰی صاحب، رشید احمد جاوید صاحب، اعجاز الحق قریشی صاحب، عبدالجلیل صادق صاحب، محمد اکرم صاحب۔

تعلیم الاسلام کالج کی آبیاری مسیح دوراں علیہ السلام اور خلفائے عظام کی دعاؤں اور ان اساتذہ کی وفاشعاری سے ہوئی جو سب کچھ تیاگ کر خدمت کے لئے آ حاضر ہوئے۔

وہ مہرباں اساتذہ، وہ علم کے چراغ
پُر روشنی سے جن کی ہوئے فکر کے ایاغ
سادہ مزاج، عالی نظر، صاحبِ دماغ
سب تھے ملک خصال، ابھی یاد ہے مجھے
وہ قریۂ غزال ابھی یاد ہے مجھے

بہادری

ایک فوجی افسر نے سپاہی کی بہادری جانچنے کے لئے اچانک اس کے کندھے پر بندوق رکھ کر فائر کر دیا۔ سپاہی جوں کا توں کھڑا رہا۔ اس پر افسر نے خوش ہو کر کہا ہم تمہاری بہادری سے بہت متاثر ہوئے ہیں اور اس خوشی میں اپنا کوٹ تمہیں انعام میں دیتے ہیں۔ سپاہی نے کہا سر! مگر مجھے کوٹ کی نہیں پینٹ کی ضرورت ہے۔ افسر نے پوچھا مگر وہ کیوں؟ سپاہی نے جواب دیا کیونکہ آپ کے اس اچانک فائر سے خراب میری پینٹ جو ہوئی ہے۔